



ڈاکٹر ابرار خٹک

ایم اے اردو، فارسی، ایم فل اقبالیات، پی ایچ ڈی اردو (محقق)

اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اردو، گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج، نوشہرہ

تصور پاکستان کی معنویت: محمد علی جناح کے نام چند خطوط کی روشنی میں

"The Meaning of the Concept of Pakistan: In the Light of a Few Letters to Muhammad Ali Jinnah"

Dr Ibrar Khattak

Assistant Professor, Department of Urdu, GPGC, Nowshera. KPK

Abstract:

There is a logical relationship in Iqbal's mental and process of thoughts evolution. Iqbal's ideology of Pakistan was not merely a concept rather he made a gigantic struggle to materialize it in actual shape by suggesting a thoughtful and pragmatic planning. The study Iqbal's concept of the "Khudi and of Be Khudi" and its relationship with with sequence of thought embedded in his concept of Pakistan open many horizons of thoughts and knowledge for us. at both individual and collective levels "sense of lust and determination of self" "organize human society in such a manner in which the potentials to deal with all possible problems exist. He somehow not only highlighted this concept in his speech delivered in Allahabad but also a concept of pragmatic state in shape of Pakistan by forming Muslim league dynamic and real people's party to continue with his struggle. Which signs can be seen in his letters to Jinnah. This research article is an attempt to explore the relationship between Iqbal's concept of "Khudi and Be Khudi" and his philosophical and pragmatic struggle found in his concept of Pakistan. besides, a critical analysis of his empirical struggle is given in light of his letters to Jinnah.

Key words: concept of Khudi and Be khudi, khutba Allahabad, letters to Jinnah, activation of Muslim league, pragmatic struggle of independence of Pakistan.

اقبال کے ذہنی و فکری ارتقا میں منطقی ربط موجود ہے، جسے تمام ترجزئیات کے ساتھ سمجھنا اور ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ (۱)
اقبال کا تصور پاکستان، محض ایک نظریہ معلوم نہیں ہوتا بلکہ اس کو حقیقت کا روپ دینے کے لیے انھوں نے فکری و عملی لائحہ عمل

تجویز کر کے بھرپور جدوجہد بھی کی تھی۔ اقبال کے تصور خودی و بے خودی اور تصور پاکستان میں فکری ربط و تسلسل کا مطالعہ ہم پر علم و فکر کے کئی افق واکر تا ہے۔ اقبال نے اسرارِ خودی کے دیباچے میں خودی کو ”وحدت و جدائی یا شعور کا روشن نقطہ“ کہا تھا اور اس لفظ کو ”احساسِ نفس اور تعینِ ذات“ کے معنوں میں استعمال کیا تھا۔ (۲) ان کے تصور خودی اور بے خودی میں فرد / معاشرے، اللہ اور نظامِ زندگی و کائنات میں بھرپور ربط و تعلق کا فلسفہ و تسلسل نظر آتا ہے۔ انفرادی اور اجتماعی سطح پر ”احساسِ نفس اور تعینِ ذات“ کا عمل انسانی معاشرے کی ایسی تشکیل کر سکتا ہے، جس میں تمام ممکنہ مسائل سے عہدہ بر آہونے کی صلاحیت بدرجہ اتم موجود ہوتی ہے۔ رموزِ بے خودی کے دیباچے میں لکھتے ہیں:

”جس طرح حیات، افراد میں جلبِ منفعت، دفعِ مضرت، تعینِ عمل و ذوقِ حقائقِ عالیہ، احساسِ نفس کے تدریجی نشوونما، اس کے تسلسل، توسیع اور استحکام سے وابستہ ہے، اسی طرح ملل و اقوام کے حیات کا راز بھی اسی احساسِ بالفاظِ دیگر ”قومی انا“ کی حفاظت، تربیت اور استحکام میں مضمر ہے۔ اور حیاتِ ملیہ کا انتہائی کمال یہ ہے کہ افرادِ قوم کسی آئینِ مسلمہ کی پابندی سے اپنے ذاتی جذبات کے حد مقرر کریں۔ تاکہ انفرادی اعمال کا تباہن و تناقص مٹ کر تمام قوم کے لیے قلبِ مشترک پیدا ہو جائے۔ افراد کی صورت میں احساسِ نفس کا تسلسل قوتِ حافظہ سے ہے، اقوام کی صورت میں اس کا تسلسل و استحکام قومی تاریخ کی حفاظت سے ہے، گویا قومی تاریخِ حیاتِ ملیہ کے لیے بمنزلہ قوتِ حافظہ کے ہے، جو اس کے مختلف مراحل کے حیات و اعمال کو مربوط کر کے ”قومی انا“ کا زامانی تسلسل محفوظ و قائم رکھتی ہے۔ علمِ الحیات و عمرانیات کے اسی نکتے کو مد نظر رکھ کر میں نے ملتِ اسلامیہ کی ہیئتِ ترکیبی اور اس کے مختلف اجزاء و عناصر پر نظر ڈالی ہے، اور مجھے یقین ہے کہ امتِ مسلمہ کی حیات کا صحیح ادراک اسی نقطہ نگاہ سے حاصل ہو سکتا ہے“ (۳)

اقبال کے نظریہِ خودی و بے خودی کا تصور پاکستان سے کیا فکری ربط و تعلق تھا؟ مسٹر ڈکنسن نے اقبال کے تصور خودی پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا تھا کہ وہ اپنی حیثیت کے اعتبار سے عالمگیر ہے لیکن باعتبارِ اطلاق و انطباق محدود ہے۔ نکلسن کے نام خط میں تبصرے کا جواب دیتے ہوئے اقبال لکھتے ہیں:

”ایک حیثیت سے ان (ڈکنسن) کا ارشاد صحیح ہے۔ انسانیت کا نصب العین شعر اور فلسفہ میں عالمگیر حیثیت سے پیش کیا گیا ہے، لیکن اگر اسے موثر نصب العین بنانا اور عملی زندگی میں بروئے کار لانا چاہیں تو آپ شاعروں اور فلسفیوں کو اپنا مخاطبِ اولیں نہیں ٹھہرائیں گے اور ایک ایسی مخصوص سوسائٹی تک اپنا دائرہ مخاطبت محدود کر دیں گے جو ایک مستقل عقیدہ اور معینِ راہِ عمل رکھتی ہو لیکن اپنے عملی نمونے اور ترغیب و تبلیغ سے اپنا دائرہ وسیع کرتی چلی جائے، میرے نزدیک اس قسم

کی سوسائٹی اسلام ہے۔۔۔۔۔ میری فارسی نظموں کا مقصود اسلام کی وکالت نہیں بلکہ میری قوت طلب و جستجو تو صرف اس چیز پر مرکوز رہی ہے کہ جدید معاشری نظام تلاش کیا جائے، جس کا مقصد وحید ذات پات، رتبہ و درجہ رنگ و نسل کے تمام امتیازات مٹا دینا ہے“ (۴)

گویا اقبال نے انسانیت کا عالمگیر فلسفہ شعراء و فلاسفہ کے سامنے پیش کیا، مگر موثر نصب العین اور عملی زندگی میں اس کے نفاذ و انطباق کے لیے انھوں نے ”مستقل عقیدے اور راہِ عمل“ کی حامل قوم کو مخاطب کیا، اور امت مسلمہ کے عمومی تناظر کے باوجود یہ قومی ہندوستانی قوم ہی تھی، جس کی زبان میں اقبال نے نہ صرف ان سے کلام کیا بلکہ اسے اقوامِ عالم کے لیے ایک رول ماڈل قوم کی صورت دیکھنا چاہتے تھے۔ خطبہ الہ آباد ۱۹۳۰ء، انہی تصورات کا تسلسل بنا، جس میں بحیثیت صدر آل انڈیا مسلم لیگ، انھوں نے ایک خود مختار ریاست کی تجویز دی تھی:

”یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ ایک اخلاقی نصب العین اور نظام سیاست کے (اس آخری لفظ سے میرا مطلب ایک ایسی جماعت ہے جس کا نظم و انضباط کسی نظام قانون کے ماتحت عمل میں آتا ہو، اور جس کے اندر ایک مخصوص اخلاقی روح سرگرم کار ہو) اسلام ہی وہ سب سے بڑا جزو ترکیبی ہے، جس سے مسلمانان ہند کی تاریخ حیات متاثر ہوئی۔ اسلام ہی کی بدولت مسلمانوں کے سینے ان جذبات و عواطف سے معمور ہوئے جن پر جماعتوں کی زندگی کا دار و مدار ہے اور جن سے متفرق و منتشر افراد بتدریج متحد ہو کر ایک میز و معین قوم کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ اور ان کے اندر ایک مخصوص اخلاقی شعور پیدا ہو جاتا ہے۔ حقیقت میں یہ کہنا مبالغہ نہیں کہ دنیا بھر میں شاید ہندوستان ایک ایسا ملک ہے جس میں اسلام کی وحدت خیز قوت کا بہترین اظہار ہوا ہے۔ دوسرے ممالک کی طرح ہندوستان میں بھی جماعت اسلامی کی ترکیب صرف اسلام ہی کی رہین منت ہے کیونکہ اسلامی تمدن کے اندر ایک مخصوص اخلاقی روح ہے۔۔۔۔۔۔۔ لہذا مسلمانوں کا یہ مطالبہ کہ ہندوستان میں ایک اسلامی ہندوستان قائم کیا جائے بالکل حق بجانب ہے۔۔۔۔۔ ذاتی طور پر میں ان مطالبات سے بھی ایک قدم آگے بڑھنا چاہتا ہوں۔ میری خواہش ہے کہ پنجاب، صوبہ سرحد، سندھ اور بلوچستان کو ایک ہی ریاست میں ملا دیا جائے، خواہ یہ ریاست سلطنتِ برطانیہ کے اندر خود اختیاری، حاصل کرے، خواہ اس کے باہر، مجھے تو ایسا نظر آتا ہے کہ اور نہیں تو شمال مغربی ہندوستان کے مسلمانوں کو آخر ایک منظم اسلامی ریاست قائم کرنی ہوگی“ (۵)

درج بالا بنیادی نکات کو مد نظر رکھ کر اقبال نے ایک خود مختار ملک (پاکستان) کا تصور دیا تھا۔ تصور پاکستان کی صورت میں انھوں نے جو لائحہ عمل تجویز کیا تھا، اس کا واضح نقشہ قائد اعظم کے نام ان کے خطوط میں بھی ملتا ہے۔ ان خطوط کی اہمیت مسلمہ ہے اور برعظیم پاک و ہند کی تاریخ میں دور رس نتائج کے حامل رہے ہیں۔ تصور سے حقیقت کا سفر، عملی جدوجہد و اقدامات کا تھا۔ اقبال نے اس سلسلے میں اپنی بھرپور توانائیاں صرف کیں اور اس وقت کی مسلم لیگ کے پلیٹ فارم کو اس مقصد کے لیے چنا۔ خطوط

کے پیش لفظ میں قائد اعظم نے نہ صرف ان کی اہمیت پر روشنی ڈالی ہے، بلکہ علاحدہ و خود مختار ریاست کے قیام، مسلم لیگ کی تنظیم نو اور عظیم تر ملی مفاد کی خاطر اقبال کے افکار و خیالات اور خدمات کو بھی خراج تحسین پیش کیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

”اگر مرکزی پارلیمانی بورڈ نے اپنی شاخوں کے ہمراہ مسلم لیگ کی طرف سے یہ پہلی عظیم کوشش کی کہ مسلم رائے عامہ قانون ہند ۱۹۲۵ء کے تحت صوبائی مجلس قانون سازی کے لیے، لیگ کے ٹکٹ پر آئندہ انتخابات میں حصہ لیا جائے تو لکھنؤ اجلاس اس امر کی نشاندہی کا باعث بنا کہ پہلے مرحلے میں مسلم لیگ کی عوامی سطح پر تنظیم نو ہونی چاہیے اور یہ کہ مسلم لیگ ہی ہندوستان کے مسلمانوں کی واحد نمائندہ اور باختیار جماعت ہے۔ ان دونوں مقاصد کے حصول میں اپنے دوستوں جن میں ڈاکٹر سر علامہ محمد اقبال بھی شامل ہیں کے انمول تعاون، حب الوطنی اور بے غرض مساعی کی بدولت کامیاب ہو سکا۔ اس مختصر عرصے میں مسلم لیگ کافی قوت پکڑ گئی، ہر صوبے میں جہاں مسلم لیگ پارلیمانی بورڈ قائم ہوا اور مسلم لیگ کی شاخیں قائم ہوئیں۔ ہم نے ساٹھ سے ستر فیصد نشستیں حاصل کیں جن پر مسلم لیگی امیدواروں نے انتخاب لڑا تھا۔ تقریباً ہر صوبے میں مدراس کے دور دراز کونے سے لے کر شمال مغربی سرحدی صوبے تک مسلم لیگ کی سیکڑوں ضلعی اور ابتدائی شاخیں قائم کیں۔۔۔۔۔ یہ مسلم لیگ کی شاندار کامیابی تھی کہ اس کی قیادت کو مسلم اکثریتی اور اقلیتی صوبوں نے قبول کر لیا اور اسے کامیابی تک پہنچانے میں ڈاکٹر سر محمد اقبال نے بڑا کردار ادا کیا، اگرچہ عوام کو اس وقت اس کا علم نہ ہو سکا“ (۶)

اقبال مسلم لیگ کو عوامی سطح پر مقبول جماعت بنانا چاہتے تھے اور اس غرض سے ان کی خواہش تھی کہ اس کا منشور اور نصب العین عام انسانوں کی سوچ اور فلاح و بہبود سے ہم آہنگ ہو جائے، کیونکہ تصور کو حقیقت بنانے کے لیے مسلم لیگ کی جڑوں کا عوام میں ہونا ضروری تھا۔ اقبال نے اس سلسلے میں ۱۰ مئی ۱۹۳۷ء کو قائد اعظم محمد علی جناح کے نام خط میں لکھا:

”میرا خیال ہے کہ مسلم لیگ کے آئین میں مناسب تبدیلیاں کرنا ضروری ہیں تاکہ مسلم لیگ کو عوام الناس کے قریب تر لایا جائے، جنہوں نے اب تک مسلمانوں کے بالائی اور متوسط طبقے کی سیاسی سرگرمیوں میں کوئی دلچسپی نہیں لی۔ متوسط مسلمان طبقے کو شکایت ہے کہ ہمارے لیڈروں کو صرف اپنے عہدوں سے دلچسپی ہے اور یہ کہ حکومت کے مختلف محکموں میں خالی آسامیاں یونینسٹوں کے رشتہ داروں یا دوسرے دوستوں کے لیے مخصوص کر دی جاتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کا متوسط طبقہ سیاسی معاملات میں کم دلچسپی لیتا ہے۔ میرا ذاتی خیال ہے کہ ان کی شکایت بجائے مجھے

امید ہے کہ آپ لیگ کے دستور میں چند مناسب ترجیحات کے بارے میں ضرور غور کریں گے جن سے عوام الناس میں، لیگ اور اس کی سرگرمیوں کے ضمن بہتر توقعات پیدا ہوں گی“ (۷)

مندرجہ بالا خط سے جو نکات آتے ہیں ان کا مطلب یہ ہے کہ:

- ۱: اقبال مسلم لیگ کی تنظیم نو اس انداز سے کرنا چاہتے تھے کہ وہ مخصوص لوگوں کی اجارہ داری سے نکل کر عوامی جماعت بن جائے۔
 - ۲: وہ دستوری ترامیم کے ذریعے مسلم لیگ کے دروازے ہر کسی کے لیے کھولنا چاہتے تھے۔
 - ۳: جاگیر داروں اور وڈیروں کی بجائے عام طبقے کے مسلمانوں کے لیے مسلم لیگ کو فعال کرنا چاہتے تھے تاکہ نہ صرف پاکستان کا حصول ممکن ہو سکے بلکہ عوام کی فلاح و بہبود بھی اس کے ذریعے ممکن ہو سکے۔
- اقبال کی ان گراں قدر کوششوں کے متعلق عاشق حسین ہالوی لکھتے ہیں:

”انہی خیالات کے پیش نظر اقبال نے اپریل کے دوسرے ہفتے میں مسلم لیگ کے چند کارکنوں کو اپنے دولت کدے بلایا اور بعض امور کے متعلق مشورہ کرنے کے بعد صوبائی لیگ کے جنرل سیکرٹری کو تاکید کی کہ پنجاب کے مختلف شہروں کا فوراً دورہ شروع کر دیا جائے تاکہ جگہ جگہ لیگ کی مقامی شاخیں قائم کی جاسکیں“ (۸)

اقبال کی بڑی خواہش تھی کہ مسلم لیگ میں تبدیلیاں کی جائیں تاکہ اس کا آئین اور پروگرام صحیح معنوں میں ملت اسلامیہ ہندو کی سوچ و فکر سے ہم آہنگ ہو، اور اس کے ذریعے مسلمانوں کو ان کا نصب العین مل سکے، وہ ۲۸ مئی ۱۹۳۷ء کو قائد اعظم کے نام خط میں لکھتے ہیں:

”مجھے یہ جان کر بے حد خوشی ہوئی کہ مسلم لیگ کے دستور اور پروگرام میں جن تبدیلیوں کے متعلق میں نے تحریر کیا تھا وہ آپ کے پیش نظر رہیں گی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مسلمانان ہند کی نازک صورت حال کا آپ کو پورا احساس ہے۔ مسلم لیگ کو آخر کار یہ فیصلہ کرنا پڑے گا کہ وہ ہندوستان کے مسلمانوں کے بالائی طبقوں کی جماعت بنی رہے گی یا مسلم لیگ جمہور کی، جنہوں نے اب تک بعض معقول وجوہ کی بنا پر اس (مسلم لیگ) میں کوئی دلچسپی نہیں لی۔ میرا ذاتی خیال یہی ہے کہ کوئی سیاسی تنظیم جو عام مسلمانوں کی حالت سدھارنے کی ضامن نہ ہو، ہمارے عوام کے لیے باعث کشش نہیں ہو سکتی۔۔۔۔۔ مسلم لیگ کا سارا مستقبل اس بات پر منحصر ہے کہ وہ اس مسئلہ (مسلمانوں کی غربت) کو حل کرنے کے لیے کیا کوششیں کرتی ہیں، اگر مسلم لیگ نے (اس ضمن میں) کوئی وعدہ نہ کیا تو مجھے یقین ہے کہ مسلم عوام پہلے کی طرح اس سے بے تعلق رہیں گے“ (۹)

گویا اقبال کا مقصد مسلم لیگ کو ڈرائنگ روم اور کوٹھیوں کی سیاست سے نکال کر عوام کی دہلیز پر لانا تھا تاکہ اس میں معاشرے کا ہر فرد چاہے وہ جس طبقے، نسل، رنگ و قومیت اور جغرافیے سے تعلق رکھتا، پارٹی پر اعتماد کرتا اور خود پارٹی اس کے لیے کام کرتی۔ ساتھ ہی انھوں نے غربت کو بنیادی اہمیت دی کہ معاشہ ہندوستانی مسلمان کا سب سے بڑا مسئلہ تھا، جس کو حل کرنے کی کوشش کر کے دیگر مقاصد حاصل کیے جاسکتے تھے۔ یہ اصلاحات دور رس نتائج کی حامل تھیں اس کی بنیاد پر وہ عظیم عمارت تعمیر ہونے والی تھی جو ملت اسلامیہ ہندوستان کے لیے محفوظ پناہ گاہ ہوتی اور وہاں سے اسلامی تہذیب و تمدن کی روشنیاں پوری دنیا، بشمول عالم اسلام میں پھیلنا تھیں۔ اقبال کی دور رس نگاہ تھی جس نے مسلم لیگ کو ایک متحرک اور فعال پارٹی بنا کر ہندوستان کی سیاست میں مسلمانوں کی نمائندہ جماعت بنایا اور جس نے حصول پاکستان میں ریڑھ کی ہڈی کا کردار ادا کیا۔

اقبال نے جو لائحہ عمل دیا درحقیقت اس کی بنیاد پر مسلم لیگ عوام تک پہنچی اور آنے والے انتخابات میں نہ صرف واضح کامیابی حاصل کی بلکہ حصول پاکستان کا ذریعہ بھی بنی، اقبال نے اس حوالے سے شب و روز خدمات انجام دیں تھیں خود قائد اعظم ان کی خدمات کا اعتراف ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

”اقبال میرا قدیم دوست تھا۔ آپ کو معلوم ہے کہ آل انڈیا مسلم لیگ ابتدا میں ایک قسم کی مجلس مذاکرہ تھی۔ ۱۹۳۶ء میں ہم میں سے بعض نے سوچا کہ اس جماعت کو اسلامیان ہند کی پارلیمانی جماعت میں بدل دیا جائے۔ جب میں اس سلسلے میں پنجاب میں آیا تو اقبال پہلا شخص تھا جس نے میرا ساتھ دیا۔ میں نے اپنے خیالات اس کے سامنے پیش کیے۔ انھوں نے لبیک کہا اور اس وقت سے تادم مرگ وہ میرے ساتھ ایک مضبوط چٹان کی طرح کھڑے رہے“ (۱۰)

اقبال کی ہر ممکن کوشش تھی کہ اس وقت کی مسلم لیگ کو مقبول ترین عوامی جماعت بنانا جائے، اس مقصد کی خاطر وہ کوئی بھی موقع گنوانے کے روادار نہ تھے، ۱۱ اگست ۱۹۳۷ء کے خط میں قائد اعظم کو مسلم لیگ کے اجلاس بلانے کے متعلق لکھتے ہیں:

”میں اکثر درخواست کرتا ہوں کہ مسلم لیگ کا اجلاس اکتوبر کے وسط یا آخر میں لاہور میں منعقد کیا جائے۔ پنجاب میں مسلم لیگ کے لیے روز افزوں سرگرمی کا اظہار کیا جا رہا ہے، اور مجھے قوی امید ہے کہ لاہور میں لیگ کا اجلاس لیگ کی تاریخ میں ایک انقلاب آفرین باب ثابت ہو گا اور عوام کو لیگ کے حلقہ اثر میں لانے کے لیے ایک اہم ذریعہ ہے“ (۱۱)

فلسطین کے حوالے سے مسلم لیگ کو متحرک کرنے کے متعلق ۷ اکتوبر ۱۹۳۷ء کے خط میں لکھتے ہیں:

”مسئلہ فلسطین نے مسلمانوں کو متحرک کر رکھا ہے، لیگ کے مقاصد کے لیے مسلمان عوام سے رابطہ پیدا کرنے کا ہمارے لیے ایک نادر موقع ہے۔ اس طریق سے ایک

طرف تو مسلم لیگ کو ہر دلعزیزی حاصل ہوگی اور دوسری طرف شاید فلسطین کے عربوں کو کچھ فائدہ پہنچے“ (۱۲)

اقبال ہندوستان میں ایک علاحدہ، آزاد و خود مختار اسلامی ریاست کے خواہش مند تھے۔ ان کا خیال تھا کہ ہمیں ایک ایسی اسلامی ریاست کی ضرورت ہے جہاں مذہب کا مکمل نفاذ ہو۔ محمد جہانگیر عالم کے خیال میں مفکر پاکستان اقبال کے خطوط محررہ ۲۸ مئی ۱۹۳۷ء اور ۲۱ جون ۱۹۳۷ء میں تصور پاکستان کی جھلک واضح طور پر دیکھی جاسکتی ہے۔ (۱۳)

علامہ اقبال ۲۸ مئی ۱۹۳۷ء کو قائد اعظم کے نام خط میں لکھتے ہیں:

”اسلامی قانون کے طویل و عمیق مطالعہ کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اگر اس نظام قانون کو اچھی طرح سمجھ کر نافذ کر دیا جائے تو ہر شخص کے لیے کم از کم حق معاش محفوظ ہو جاتا ہے لیکن شریعت اسلام کا نفاذ اور ارتقا ایک آزاد، مسلم ریاست یا ریاستوں کے بغیر اس ملک میں ناممکن ہے۔ سالہا سال سے یہ میرا عقیدہ رہا ہے اور اب بھی میرا ایمان ہے کہ مسلمانوں کی غربت (روٹی کا مسئلہ) اور ہندوستان میں امن و امان کا قیام اسی سے حل ہو سکتا ہے“ (۱۴)

اقبال کا یہ اقتباس حقیقت میں ایک آزاد اسلامی نظریاتی مملکت کی عکاسی کرتا ہے۔ وہ شریعت اسلامی کا اصل نفاذ چاہتے تھے تاکہ مسلمانوں کی زندگی کی ہر جھلک میں دین کا عکس نظر آئے۔ کیا متحدہ ہندوستان میں شریعت اسلامی کا نفاذ ممکن تھا؟ اس کا جواب نفی میں ہے۔ اسی لیے اقبال نے ایک آزاد اسلامی ریاست کا تصور دیا تاکہ وہاں شریعت کا ممکنہ نفاذ ہو۔ بدلتے تناظر میں آج مفکر اسلام و پاکستان اقبال کے درج بالا اقتباس کی اہمیت و ضرورت اور بڑھ جاتی ہے۔

ایک دوسرے خط محررہ ۲۱ جون ۱۹۳۷ء محمد علی جناح کے نام خط میں لکھتے ہیں:

”ملک کی از سر نو تقسیم کی جائے، جس کی بنیاد نسلی، مذہبی اور لسانی اشتراک پر ہو“ (۱۵)

ہم سمجھ سکتے ہیں کہ اقبال نسلی، مذہبی اور لسانی اشتراک کی بنیاد پر کس قسم کی تقسیم چاہتے تھے؟ بلا تامل اس کا مقصد ایک آزاد اسلامی ریاست کی صورت میں تھا۔ مذہب کی بنیاد پر اگر تقسیم ہوتی تو اس کا براہ راست فائدہ مسلمانوں کو تھا کیونکہ مسلمانوں کی قومیت کی بنیاد دراصل عقیدہ ہے نہ کہ رنگ و نسل۔ اس سے اقبال کی مراد دراصل ”پاکستان“ ہی تھا۔ مذہب کی بنیاد پر مسلمانوں کو الگ کرنے کا مقصد ایک آزاد اسلامی ریاست وجود میں لانا تھی جس کے کل نظام حیات کی بنیاد دین پر ہو۔

ان دونوں خطوط کے اقتباسات سے ہم سمجھ سکتے ہیں کہ اقبال دراصل ہندوستان میں ایک آزاد اسلامی ریاست کا تصور پیش کرتے رہے جو دراصل خطبہ آلہ آباد ۱۹۳۰ء کا تکملہ تھا، ان دونوں خطوط کی اہمیت خود قائد اعظم ان الفاظ میں واضح کرتے ہیں:

”میرے نزدیک یہ خطوط زبردست تاریخی اہمیت کے حامل ہیں بالخصوص وہ خطوط جن میں مسلم ہندوستان کے سیاسی مستقبل کے بارے میں ان کے خیالات کا واضح اور غیر مبہم اظہار ہے۔ ان کے خیالات پورے طور پر میرے خیالات سے ہم آہنگ تھے اور بالآخر میں ہندوستان کے دستوری مسائل کے مطالعہ اور تجزیہ کے بعد انہی نتائج پر پہنچا اور کچھ عرصہ بعد یہی خیالات ہندوستان کے مسلمانوں کی اس متحدہ خواہش کی صورت میں جلوہ گر ہوئے جس کا اظہار آل انڈیا مسلم لیگ کی ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کی منظور کردہ قرارداد لاہور ہے، جو عام طور پر قرارداد پاکستان کے نام سے موسوم ہے“ (۱۶)

ان خطوط کی اہمیت اس وقت مزید واضح ہوئی جب قائد اعظم ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو (جب قرارداد پاکستان منظور ہوئی) جلسے سے فارغ ہو کر اقبال کے مزار پر آئے، اور بقول ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار:

”آل انڈیا مسلم لیگ کے ۲۷ ویں سالانہ اجلاس میں ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو قرارداد لاہور منظور ہوئی۔ قرارداد کی منظوری کے بعد قائد اعظم اپنے رفیق خاص اقبال مرحوم کی تربت پر گئے اور وہی اپنے سیکرٹری مطلوب الحسن سے فرمایا: ”آج اقبال ہم میں نہیں ہیں۔ اگر وہ زندہ ہوتے تو یہ جان کر انہیں از بس خوشی ہوتی کہ ہم نے بالکل وہی کچھ کیا جس کی وہ ہم سے توقع رکھتے تھے“ (۱۷)

قائد اعظم کے اس بیان کا اقبال کے خط محررہ ۲۸ مئی ۱۹۳۷ء سے گہرا تعلق ہے۔ اقبال نے اس خط کی ابتدا ایک اسلامی ریاست کے تصور و نظریے سے کی تھی، اور آگے جا کر انہوں نے قائد اعظم سے ایک الگ ریاست کے حصول کے متعلق رائے بھی مانگی تھی، وہ لکھتے ہیں:

”میرے ذہن میں یہ بات صاف ہے کہ اگر ہندو دھرم اشتراکی جمہوریت اختیار کر لیتا ہے تو ہندو دھرم ختم ہو جاتا ہے۔ اسلام کے لیے اشتراکی جمہوریت کو مناسب تبدیلیوں اور اسلام کے اصول شریعت کے ساتھ اختیار کر لینا کوئی انقلاب نہیں بلکہ اسلام کی حقیقی پاکیزگی کی طرف رجوع ہو گا۔ موجودہ مسائل مسلمانوں کے لیے ہندوؤں سے کہیں زیادہ آسان ہیں لیکن جیسا کہ میں نے اوپر بیان کیا ہے مسلم ہندوستان کے ان مسائل کا حل آسان طور پر کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ ملک

کو ایک یا زیادہ مسلم ریاستوں میں تقسیم کیا جائے جہاں پر مسلمانوں کی واضح اکثریت ہو۔ کیا آپ کی رائے میں اس مطالبہ کا وقت نہیں آن پہنچا؟ شاید جواہر لال نہرو کی بے دین اشتراکیت کا آپ کے پاس یہ ایک بہترین جواب ہے“ (۱۸)

اس اقتباس سے مترشح ہوتا ہے کہ کہ اقبال نے قائد اعظم کو ایک (یا زیادہ) آزاد و خود مختار ریاستوں کا مطالبہ کرنے کا مشورہ دیا ہے، جس کے کل نظام حیات کی بنیاد اسلام پر ہوگی، یہ ایک واضح نقشہ اور تصور تھا جو ایک نظریاتی اسلامی مملکت پاکستان کے خواب کی صورت میں شرمندہ تعبیر ہونا تھا اور اس کی بنیادیں ایک لحاظ سے ہمیں ان کے نظریہ خودی و بے خودی سے پیوستہ نظر آتی ہیں۔

۲۱ جون ۱۹۳۷ء کے خط میں بھی اقبال نے مسلمانوں کے لیے ایک جداگانہ وفاق کا مطالبہ کیا تھا۔ وہ قائد اعظم کو لکھتے ہیں:

”ہندوستان میں قیام امن اور مسلمانوں کو غیر مسلموں کے غلبہ کے تسلط سے بچانے کی

واحد ترکیب مسلم صوبوں کے ایک جداگانہ وفاق میں اسلامی اصلاحات کا نفاذ ہے“ (۱۹)

عرض ہم کہہ سکتے ہیں کہ اقبال نے جناح کے نام جو خطوط لکھے اس میں مسلم لیگ کی تنظیم نو سے لیکر ایک آزاد اسلامی ریاست کے متعلق واضح اور غیر مبہم تصورات ملتے ہیں، جس نے ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو قرارداد کا روپ دھار لیا تھا جبکہ ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو وہ قرارداد ایک روشن حقیقت بن کر ابھری۔ ان تمام اقتباسات اور حوالوں سے اقبال کے خطوط؛ جو انھوں نے قائد اعظم کے نام لکھے تھے کی اہمیت ثابت ہوتی ہے۔ جن کا ذکر قائد اعظم نے خود ہی پیش لفظ میں بھی کیا ہے، محمد جہانگیر عالم ان کے متعلق لکھتے ہیں:

”انہوں نے (اقبال نے) خطوط میں مسلم ہندوستان کے سیاسی مستقبل کے بارے میں اپنے خیالات کا واضح اور غیر مبہم اظہار کیا۔ قائد اعظم محمد علی جناح ملک کے دستوری مسائل اور حالات کے مطالعہ اور تجزیہ کے بعد پورے طور پر ان کے خیالات سے ہم آہنگ ہوئے اور پھر یہی خیالات مسلم ہندوستان کی اس متحدہ خواہش کی صورت میں جلوہ گر ہوئے، جس کا مظہر ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کی قرارداد پاکستان تھی۔“ (۲۰)

اور حرف آخر کے طور پر قائد اعظم کا وہ اقتباس جو انھوں نے ۸ دسمبر ۱۹۴۴ء کو یوم اقبال کے پیغام میں دیا تھا۔

”اقبال ایک عظیم شاعر اور فلسفی ہونے کے ساتھ ساتھ عملی سیاست دان بھی تھے۔ جہاں انہیں ایک طرف اسلام کے مقاصد حیات سے عقیدت و شیفتگی تھی، وہاں وہ ان چند لوگوں میں سے تھے جنہوں نے پہلے پہل ایک اسلامی ریاست کے امکانات پر غور و فکر کیا تھا۔ ایک ایسی مملکت جو ہندوستان کے شمال مغربی اور شمال مشرقی، ان خطوں پر مشتمل ہوگی، جو تاریخی لحاظ سے مسلمانوں کا وطن سمجھے جاتے ہیں“ (۲۱)

مراجع و حواشی

- ۱: غلام حسین ذولفقار، ڈاکٹر، پروفیسر، اقبال کا ذہنی و فکری ارتقاء، لاہور، بزمِ اقبال، اکتوبر ۱۹۹۸ء
- ۲: محمد اقبال، علامہ، دیباچہ اسرار خودی، مشمولہ مقالاتِ اقبال، مرتبہ عبدالواحد معینی، سید، ص ۱۵۵، ۱۵۳، لاہور، آئینہ ادب، ۱۹۶۲ء، طبع اول
- ۳: محمد اقبال، علامہ، دیباچہ رُوزِ بے خودی، مشمولہ مقالاتِ اقبال، مرتبہ عبدالواحد معینی، سید، ص ۱۹۱، ۱۹۲
- ۴: محمد اقبال، اقبال نامہ (مجموعہ مکاتیبِ اقبال) مرتبہ عطا محمد، شیخ، ص ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۹، لاہور، اقبال اکیڈمی، ۲۰۱۵ء، طبع نو
- ۵: محمد اقبال، علامہ، خطبہ صدارت آل انڈیا مسلم لیگ، مشمولہ حرفِ اقبال، ترتیب و ترجمہ، شیروانی، لطیف احمد، ص ۲۰، ۲۹، اسلام آباد، اقبال اوپن یونیورسٹی، ۱۹۸۴ء، طبع اول
- ۶: عالم، محمد جہانگیر، مرتب، اقبال کے خطوطِ جناح کے نام، ص ۵۲، لاہور، اقبال اکیڈمی، ۲۰۰۲ء، طبع سوم
- ۷: عالم، محمد جہانگیر، مرتب، اقبال کے خطوطِ جناح کے نام، ص ۵۹
- ۸: بٹالوی، عاشق حسین، اقبال کے آخری دو سال، ص ۳۹۹، ۴۰۰، لاہور، اقبال اکیڈمی، ۱۹۷۵ء، طبع سوم
- ۹: عالم، محمد جہانگیر، مرتب، اقبال کے خطوطِ جناح کے نام، ص ۷۰، ۷۱
- ۱۰: غلام حسین ذولفقار، ڈاکٹر، پروفیسر، مؤلف و مرتب، پاکستان تصور سے حقیقت تک، اقبال اور قائدِ اعظم محمد علی جناح کے فرمودات کی روشنی میں، ص ۴۳، لاہور، بزمِ اقبال، ۱۹۹۷ء، طبع اول
- ۱۱: محمد اقبال، علامہ، اقبال نامہ، حصہ دوم، مرتبہ عطاء اللہ، شیخ، ص ۲۴، لاہور، شیخ محمد اشرف، ۱۹۵۱ء، طبع اول
- ۱۲: محمد اقبال، علامہ، اقبال نامہ، حصہ دوم، مرتبہ عطاء اللہ، شیخ، ص ۲۶
- ۱۳: عالم، محمد جہانگیر، مرتب، اقبال کے خطوطِ جناح کے نام، ص ۴۶
- ۱۴: عالم، محمد جہانگیر، مرتب، اقبال کے خطوطِ جناح کے نام، ص ۷۱
- ۱۵: عالم، محمد جہانگیر، مرتب، اقبال کے خطوطِ جناح کے نام، ص ۷۴
- ۱۶: عالم، محمد جہانگیر، مرتب، اقبال کے خطوطِ جناح کے نام، ص ۵۵
- ۱۷: غلام حسین ذولفقار، ڈاکٹر، پروفیسر، مؤلف و مرتب، پاکستان تصور سے حقیقت تک، اقبال اور قائدِ اعظم محمد علی جناح کے فرمودات کی روشنی میں، ص ۴۲
- ۱۸: عالم، محمد جہانگیر، مرتب، اقبال کے خطوطِ جناح کے نام، ص ۷۱، ۷۲
- ۱۹: محمد اقبال، علامہ، اقبال نامہ، حصہ دوم، مرتبہ عطاء اللہ، شیخ، ص ۲
- ۲۰: عالم، محمد جہانگیر، مرتب، اقبال کے خطوطِ جناح کے نام، ص ۲۳



علمی و تحقیقی مجلہ ”مقام“ یونیورسٹی آف سیالکوٹ

ISSN (Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

۲۱: غلام حسین ذولفقار، ڈاکٹر، پروفیسر، مؤلف و مرتب، پاکستان تصور سے حقیقت تک، اقبال اور قائد اعظم محمد علی جناح کے فرمودات کی روشنی میں، ص ۴۷